اشارات

گزشتہ دو صدیوں سے پورا عالم انسانی مغرب کی تہذیب اور سیاست کی گرفت میں جکڑا ہوا ہے۔ مغرب کے سیاسی' تہذیبی' ثقافتی اور علمی استعمار نے مسلمانوں کو سب سے بڑھ کر اپنا شکار بنایا ہے' اور اسی لیے مسلمان اب تک اپنی حقیقی آزادیوں سے محروم ہیں۔ اور مسلسل محروم رکھنے کی سازشوں اور کاوشوں کی زد میں ہیں۔

بظاہر دنیا کے بیشتر اسلامی ممالک براہِ راست کسی استعماری قوت کے زیرِ تسلّط نہیں ہیں۔ وسطی ایشیا کا جو وسیع مسلم علاقہ روسیوں کی غلامی میں تھا وہ بھی سیاسی طور پر آزادی کا اعلان کر چکا ہے' اور مشرقی ترکستان' اراکان' جزائرِ مندا ناؤ' فطانی جیسے علاقوں کو چھوڑ کر مراکش اور مشرقی یورپ سے لے کر مشرقی ترکستان اور انڈونیشیا تک کے مسلمان علاقے آزاد علاقے کہلانے لگے ہیں۔ مگر اس کے باوجود مغرب کی سیاسی و معاشی اور ثقافتی و تہذیبی برتری کی وجہ سے یہ سیاسی آزادیاں بے معنی ہیں۔ جہاں بھی مغرب کو یہ خدشہ لاحق ہوتا ہے کہ وہاں کے عوام اپنی معاشی' معاشرتی' سیاسی ' ثقافتی زندگی کو اسلام کے زیرِ سایہ لانے کی سعی میں کامیاب ہو رہے ہیں وہاں کے بارے میں ان کے ہاں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں۔

برطانوی اور فرانسیسی استعمار نے مسلمانوں کے بڑے بڑے علاقے خالی تو کر دیے ہیں مگر ساتھ ہی یہ انتظام بھی کر گئے ہیں کہ ان کے جانے کے بعد ان کے تربیت یافتہ اور ان کی تہذیب میں پوری طرح رنگے ہوئے ان کے معتمد علیہ شاگرد ہی ان کی سابق کالونیوں کی باگ دوڑ سنبھالیں' وہاں کی تہذیب و ثقافت پر انہی کی چھاپ برقرار رہے' ان کی معاشرتی' اقتصادی پالیسیوں کو وہی کنٹرول کرتے رہیں اور اس طرح استعماری آقا اپنے گھر میں بیٹھ کر بھی ایک طرح کے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اپنی سابقہ کالونیوں پر بدستور حکومت کرتے رہیں۔ جیسے ہی انہیں محسوس ہوتا ہے کہ کسی جگہ ان کے سدھائے ہوئے شاگردوں کی تہذیبی' سیاسی اور معاشی گرفت

ڈھیلی پڑ رہی ہے' وہ فوراً اپنے سارے وسائل حرکت میں لے آتے ہیں۔ وہ اپنے طاقتور ذرائع ابلاغ کے ذریعے نئی ابھرنے والی ہر اسلامی طاقت کے خلاف تہذیب و تمدن سے عاری ہونے' دور جدید کے تقاضوں سے نابلد ہونے' ایک جدید ریاست چلانے کے نااہل ہونے' انسانی حقوق اور خصوصاً عورتوں کے حقوق کا دشمن ہونے کے جھوٹے پراپیگنڈے کا طوفان اٹھاتے ہیں' اور اس اسلامی قوت کو معاشی طور پر مفلوج کرنے کی سرتوڑ کوششیں کرتے ہیں۔

ان تمام حالات کو واضح کرنے کیلئے الجزائر' افغانستان اور پاکستان کے موجودہ حالات کا تجزیہ کافی ہے۔ ہم اس تجزیے سے یہ واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں کہ ان تینوں مسلمان ممالک میں مغربی استعماری طاقتوں کی موجودہ پالیسیاں اسی نہج پر چل رہی ہیں کہ مسلمان کبھی بھی اپنی آزاد مرضی کے مطابق اپنے معاملات کو اپنے مفاد اور اسلامی حدود کے اندر چلانے کے قابل نہ ہو سکیں۔

۲۶ دسمبر ۱۹۹۱ کو الجزائر کے انتخابی نتائج نے پوری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ ایک اسلامی ملک کی انقلابی اسلامی تحریک نے انتخابات کے ذریعے اتنی بڑی فتح حاصل کرلی۔ اس سے پہلے جون ۱۹۹۰ کے بلدیاتی انتخابات میں بھی ہمارے ان بھائیوں نے عظیم الشان کامیابی حاصل کرتے ہوئے ۷۰ فیصد نشستیں حاصل کر لی تھیں۔ الجزائر کے بڑے بڑے شہروں کے بلدیاتی اداروں میں بھی اسلامی تحریک ہی کو بالادستی حاصل ہوئی تھی۔ ان نتائج کے فوراً بعد ہی یہ کوششیں شروع ہو گئی تھیں کہ اسلامی تحریکوں کو منتشر کرکے مختلف اسلامی گروپوں کو ایک دوسرے کے مدِمخالف کھڑا کر دیا جائے۔ الجزائری فوج کے اعلیٰ افسر اس کام کیلئے مغربی طاقتوں کے آلۂ کار بنے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ ایسی معلّق اسمبلی وجود میں آجائے جس میں کسی ایک پارٹی کو واضح اکثریت حاصل نہ ہو۔ یہ مقصد حاصل کرنے کیلئے انہوں نے زیادہ سے زیادہ پارٹیاں رجسٹر کرانا شروع کر دیں' یہاں تک کہ حالیہ انتخابات میں ۴۹ رجسٹرڈ پارٹیوں نے حصہ لیا۔ فوجی حکمرانوں کو توقع تھی کہ بہت ساری پارٹیوں کو تھوڑی تھوڑی نشستیں مل جائیں گی تو فوج اپنی ریشہ دوانیوں کے ذریعے اپنی مرضی چلا سکے گی۔

محاذِ نجاتِ اسلامی (**جبہتہ الانقاذ الاسلامی**) کو اس بات کا پورا خدشہ تھا' اور بجا تھا' کہ انتخابات میں فوج' بیوروکریسی' لادینی عناصر اور ان کے بیرون ملک پشتیبان اپنی مرضی کے نتائج حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور انتخابی عمل میں حصہ لینے کے باوجود بھی محاذِ نجاتِ اسلامی کو اتنی بڑی طاقت بن کر نہیں ابھرنے دیا جائے گا کہ وہ الجزائر کے پورے نظام کو تبدیل کرکے اسلامی خطوط پر اس کی تنظیمِ نو کر سکے۔ اس خدشے کی وجہ سے محاذِ اسلامی کے اندر بھی دو آراء

پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک مضبوط گروہ کی رائے یہ تھی کہ عام انتخابات سے پہلے صدارتی انتخابات کروائے جائیں تاکہ بعد میں الیکشن کے ممکنہ گھپلوں کا مداوا کیا جا سکے۔ یہ مطالبہ جب عوام الناس کی زبانوں پر بھی عام ہو گیا تو حکومت نے ۲۷ جون ۱۹۹۱ کو طے شدہ انتخابات ملتوی کر دیے اور محاذِ نجاتِ اسلامی کے ۸ مرکزی قائدین کو گرفتار کر لیا' جن میں جبہہ کے قائد عباسی مدنی اور ان کے نائب علی بلحاج بھی شامل تھے۔ ان کا جرم اس بات کا ادراک کر لینا ہی تھا کہ عام انتخابات کے نتائج اگر اسلامی قوتوں کے حق میں بھی ہو جائیں تب بھی اسٹیبلشمنٹ اور فوج کے مضبوط اداروں کی مخالفت کی صورت میں وہ وسیع' دینی' اسلامی' انقلابی اصلاحات نافذ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں گے۔

الجزائر کے اندر اور الجزائر کے باہر پائے جانے والے تحریکِ اسلامی کے ایک دوسرے طبقے نے جبہۂ انقاذ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ فوج کے ساتھ کوئی بڑا تصادم مول لینے کے بجائے وہ انتخابات کے پر امن راستے کو ہی آزما کر دیکھیں کیونکہ اس کے نتیجے میں بہرحال ایک عوامی تائید تو حاصل ہو گی' کچھ نئے راستے نئے دریچے تو وا ہوں گے۔

۲۶ دسمبر کے انتخابی نتائج اس لئے بھی سب کے لئے حیران کن تھے کہ حکمرانوں نے ان سے مختلف نتائج حاصل کرنے کیلئے بظاہر مستحکم اور مؤثر منصوبہ بندیاں کی ہوئی تھیں۔ انہوں نے انتخابی حلقہ بندیاں یوں ترتیب دی تھیں کہ حکمران پارٹی کے زیرِ اثر علاقوں میں چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر اپنے حامی حلقوں کی تعداد خاصی بڑھا لی تھی' اور محاذِ نجاتِ اسلامی کے اثرات کے علاقوں میں بڑے بڑے حلقے بنا کر ان کے حلقوں کی تعداد کم کرنے کی کوشش کی تھی۔ انتخابی قوانین بھی ایسے تھے کہ ان سے اسلامی تحریک کے اثرات کو محدود کرنے کی امید بندھتی تھی۔ مگر ان تمام انتظامات اور تیاریوں کے علی الرغم پہلے ہی مرحلے میں ۴۳۰ نشستوں میں سے جن ۲۳۰ نشستوں کا فیصلہ ہو گیا' محاذِ نجاتِ اسلامی نے ان میں سے ۸۱ فی صد یعنی ۱۸۹ نشستیں حاصل کر لیں۔ اس کے مقابلے میں سوشلسٹ پارٹی نے ۲۵ اور حکمران پارٹی نے صرف ۱۶ نشستیں حاصل کیں --- اب ۱۶ جنوری کو انتخابات کا دوسرا مرحلہ طے ہونا تھا۔ محاذِ نجاتِ اسلامی کو اکثریت حاصل کرنے کیلئے مزید صرف ۲۷ سیٹیں درکار تھیں' جن کا حصول ایک یقینی امر تھا۔ یہ نتیجہ دیکھتے ہی ملک کے اندر اور باہر تمام دشمن اسلام قوتوں نے پروپیگنڈے کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ ساتھ ہی انہوں نے ان نتائج سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے قوت استعمال کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔

مغربی ذرائع ابلاغ نے میونسپل انتخابات کے بعد یہ لائن لی کہ یہ غیر مطمئن اور بے روزگار عوام کا معاشی ابتری اور سیاسی آمریت کے خلاف احتجاجی ووٹ ہے۔ اور اسلامی محاذ کے علاوہ دیگر قوتیں میدان میں تھیں ہی نہیں۔ جب اسلامی محاذ نے غیر منصفانہ انتخابی قوانین کے خلاف اور صدارتی انتخاب پہلے کرانے کے حق میں مہم چلائی' فوج نے مداخلت کی' اور ۲۷ جون کے انتخابات ملتوی کر دیئے گئے' تو انہی ذرائع ابلاغ نے ساری ذمّہ داری اسلامی محاذ کے اوپر ڈال دی۔ وہ مسلسل اس پروپیگنڈے میں لگے رہے کہ اسلامی محاذ جمہوریت کا دشمن ہے' وہ انتخابات ہونے ہی نہیں دینا چاہتا' وہ جبرو تشدد سے ایک اسلامی ریاست بنانا چاہتا ہے' اس کے اثرات بہت محدود ہیں' اور وہ اپنی شکست کے خوف سے انتخابی قوانین کے خلاف مہم چلا رہا ہے۔

۲۶ دسمبر تک یہ مہم اسی طرح جاری رہی' یہاں تک کہ محاذ نے فیصلہ شدہ نشستوں میں سے ۸۱ فی صد نشستیں حاصل کر لیں۔ اب مغربی ذرائع ابلاغ نے محاذِ اسلامی کی اس واضح فتح کو جمہوریت کی شکست قرار دے دیا۔ یورپین بزر جمہر اس دعوے کی وجہ یہ بتا رہے تھے کہ محاذِ نجاتِ اسلامی نے انتخابی منشور میں یہ نعرہ لگایا تھا کہ "وہ کسی دستور کے پابند نہیں ہیں بلکہ وہ قرآنی احکامات کے پابند ہیں۔ وہ قرآن سے متصادم کسی دستور کو کوئی وقعت نہیں دیتے۔ انہیں اگر حکومت دے دی جائے تو وہ دستوری اور جمہوری طریقوں کے بجائے اپنے اسلامی منشور کے مطابق اسلامی معاشرہ قائم کرنے اور شریعت کا نظام قائم کرنے کے پابند ہوں گے"۔ جمہوریت کے کار پردازوں کی نظر میں یہ نعرہ' یہ پروگرام جمہوریت کے بنیادی اصولوں کے خلاف تھا۔

مغرب اور اس کے متبعین نے اپنے رویے سے یہ بات واضح کر دی کہ ان کے نزدیک جمہوریت خواہشِ نفس کی پیروی کا نام ہے۔ عوام کی اکثریت بھی اگر خواہشِ نفس کی پیروی کے بجائے ہدایاتِ ربّانی کی پیروی کا فیصلہ و اعلان کر دے تو یہ بات جمہوریت کے منافی شمار ہوگی' اگرچہ دعویٰ پھر بھی وہ یہی کریں گے کہ جمہوریت عوامی اکثریت کا نام ہے۔

محاذِ نجاتِ اسلامی کی موجودہ لیڈر شپ کو (جو جیل سے باہر ہے) الجزائر میں فوج کے اختیارات سنبھالنے' صدر شاذلی بن جدید کے استعفے اور انتخابات کے دوسرے مرحلے کے التواء کے فیصلے سے کوئی اچنبھا نہیں ہوا کیونکہ ان کو پہلے ہی یہ احساس تھا کہ اسلامی انقلاب جیسی بڑی اسلامی تبدیلی کو بآسانی قبول و برداشت نہیں کیا جائے گا۔ فوج کی مداخلت اور مرحلۂ ثانی کے التواء کے بعد محاذِ نجاتِ اسلامی کے قائمقام صدر عبدالقادر حشّانی سے ٹیلی فون پر ہمارا رابطہ ہوا تو انہوں نے انتہائی پر اعتماد و پرعزم لہجے میں کہا کہ دنیا بھر میں ہمارے دوستوں کو یہ خوشخبری سنا

دو کہ آخری فتح انشاء اللہ اسلامی تحریک ہی کی ہوگی۔ اس کامیابی کی راہ میں جتنے مراحل بھی ابھی باقی ہیں ان سب کیلئے وہ پہلے بھی ذہناً" تیار تھے' اور اب بھی تیار ہیں۔

الجزائر کی اس تازہ مثال سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ مغربی ممالک کا دعویٰ جمہوریت بالکل کھوکھلا ہے۔ وہ تو بس کسی نہ کسی طرح اپنا تہذیبی اور اقتصادی غلبہ برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ اسلامی تحریکیں ان کے بارے میں کتنا ہی محتاط رویّہ کیوں نہ اختیار کرلیں وہ ہرگز انہیں پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتے--- انتخابات جیتنے کے بعد محاذِ نجاتِ اسلامی نے مخالفانہ مظاہروں کے جواب میں جوابی مظاہروں سے مکمل احتراز کیا' اور واضح طور پر اعلان کیا کہ ہم انسانیت کی خدمت کے لئے اٹھے ہیں' دوستوں کے دوست ہیں' تمام بین الاقوامی معاہدوں کا احترام کرتے ہیں' ہم جو اصلاحات نافذ کرنا چاہتے ہیں ان اصلاحات میں پوری انسانیت کی فلاح مضمر ہے۔ انہوں نے اپنی روش اور زبان سے نہ کوئی اشتعال انگیزی کی' نہ کسی کو مشتعل ہونے کا موقع دیا۔ اور نہ ہی عوامی قوت و جذبات کو مشتعل کرنے کا راستہ اختیار کیا۔ انہوں نے پوری کوشش کی کہ پرامن و پرسکون طریقے سے انتخابی عمل پورا ہو جائے۔ مگر ان کی یہ تمام معتدل پالیسیاں ظالم مخالفوں کی بدنیتی کا مداوا نہ کر سکیں۔ الجزائر میں اس وقت دستور عملاً معطل ہے' اسمبلی توڑ دی گئی ہے' اختیارات عملاً چند جرنیلوں کے ہاتھ میں ہیں اور مستقبل بے یقینی کی صورتحال سے دوچار ہے۔ لیکن سب کچھ کے باوجود اسلامی تحریکوں کو یہ کامل یقین ہے کہ اتنی بڑی عوامی تائید کے عملی مظاہرے کے بعد کسی طاقت کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ مستقل طور پر ان کا راستہ روک سکے۔ محاذِ نجاتِ اسلامی نے عوام اور فوج دونوں سے اپیل کی ہے کہ وہ سازشیوں کے بُرے عزائم کو ناکام بنا دیں۔ ساتھ ہی اس نے عوام کو یہ اشارہ بھی دیا ہے کہ وہ اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر ہر طرح کی قربانیاں دینے کیلئے تیار رہیں۔ کہ دنیا و آخرت میں کامیابی کا راستہ اللہ کی راہ میں قربانیوں میں سے گزرتا ہے۔

الجزائر میں اسلامی تحریکوں کو جس بڑے پیمانے پر عوامی تائید حاصل ہوئی ہے اس سے دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں یہ اعتماد پیدا ہوا ہے کہ مناسب حکمتِ عملی اختیار کرکے وہ ہر جگہ عوام کی بھرپور حمایت سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔

الجزائری معاشرے کو فرانسیسیوں نے اپنے دورِ استعمار میں بری طرح مسخ کرکے رکھ دیا تھا۔ فرانسیسیوں کے بعد ان کے تربیت یافتہ الجزائری طبقہ اشراف Elite اور مراعات یافتہ وارثانِ فساد نے مغربی تہذیب کے اثرات پھیلانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ الجزائری عوام کو فرانس اور

اٹلی کے ٹیلیویژن سٹیشنوں کے ذریعے جو کچھ دکھایا جاتا ہے پاکستان میں اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن مغرب کے اس قدر گہرے اثرات کے باوجود راسخ العقیدہ مسلمان قیادت کی پرجوش' پرعزم اور پراعتماد تحریک نے الجزائر کی بہت بڑی اکثریت کو آغوشِ اسلام میں واپس لانے میں کامیابی حاصل کی اور تمام غیر منصفانہ انتخابی ہتھکنڈوں کے باوجود انتخابات کے ذریعے مثبت نتائج حاصل کئے۔ یہ کامیابیاں اس بات کی دلیل ہیں کہ انتخابی عمل سے مایوسی صحیح طرزِ فکر نہیں ہے۔ اگر انتخابات کے ذریعے مکمل انقلاب نہ بھی آئے تب بھی اس عمل سے گزرنا رائے عامہ کو ہموار کرنے کا مفید ذریعہ ہے۔

الجزائری تجربے سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ مغرب اور مسلمان ممالک میں براجمان مغرب کے حواری کبھی بھی اسلامی انقلاب کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر خوش قسمتی سے کوئی حکمران شاذلی بن جدید کی طرح حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے مثبت رویہ اپنا بھی لے تو اسے استعفے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ لیکن عوام الناس مقصدِ حیات کے حصول کی خاطر تمام خطرات کا مقابلہ کرنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں تو پھر یہ فرمانِ الٰہی آفتاب نصف النہار کی طرح دکھائی دینے لگتا ہے کہ "اِنْ تَنصُرُوا اللّٰہَ یَنصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ"۔ "اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جمادے گا"۔ پھر ہر مومن دل کو یہ خوشخبری دی جانے لگتی ہے کہ "وَیَنصُرَکَ اللّٰہُ نَصراً عَزِیْزاً" اس نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی تاکہ ...... "تم کو زبردست نصرت بخشے"۔

اسلام کے بارے میں مغرب کے بُرے عزائم کی دوسری مثال افغانستان کے حالیہ واقعات ہیں۔ افغان جہاد نے پوری عالمی تاریخ کا رخ تبدیل کر دیا ہے۔ جس زمانے میں افغانستان کی اسلامی تحریک نے کیمونزم کی پیش قدمی کے سامنے بند باندھنے کا فیصلہ کیا تھا اس وقت امریکہ ویتنام میں اپنی شکست کے زخم چاٹ رہا تھا' اس میں ہرگز یہ ہمت نہیں تھی کہ وہ کسی دوسرے محاذ پر روس کے بالمقابل آسکے۔ افغانستان کی اسلامی تحریک نے ظاہر شاہ کے دورِ حکومت میں ہی کیمونسٹوں کے خلاف جدّوجہد شروع کر دی تھی۔ ظاہر شاہ نے بظاہر کیمونسٹوں اور اسلامی تحریک کے درمیان غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کیا تھا مگر فی الحقیقت وہ کیمونسٹوں سے اتنا خائف نہیں تھا جتنا خوفزدہ وہ اسلامی تحریک سے تھا۔ کیمونسٹوں کو تو وہ ایک موہوم سا خطرہ سمجھتا تھا' مگر اسلامی تحریک کو اصل خطرہ سمجھتا تھا۔ وہ کچھ عرصہ کیمونسٹ طلبہ اور تحریکِ اسلامی کے نوجوانوں کو ایک

دوسرے کا توڑ کرنے کیلئے استعمال کرتا رہا' مگر افغانستان میں روس کی ریشہ دوانیوں کو روکنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ نتیجتاً کیمونسٹوں کے حوصلے بڑھتے رہے' یہاں تک کہ انہوں نے داؤد کو آلۂ کار بنا کر افغانستان میں انقلاب برپا کر دیا۔ کچھ عرصے بعد جب انہوں نے محسوس کیا کہ داؤد ان کے اثرات سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہا ہے' تو وہ ۱۹۷۸ میں اسے ہٹا کر نور محمد ترہ کی کو لے آئے۔ پاکستان سمیت امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک نے اس کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ ہم نے ۱۹۷۸ کے کیمونسٹ انقلاب کے بعد کوشش کی تھی کہ جنرل ضیاء الحق مرحوم ترہ کی کے انقلاب کو تسلیم نہ کریں' اور اس کی حکومت مستحکم ہونے سے پہلے پہلے مجاہدینِ افغانستان کی مدد کرکے اس پر کاری ضرب لگانے پر آمادہ ہو جائیں۔ مگر کابل میں پاکستانی سفارت خانے کی رپورٹ کے مطابق مجاہدین کی مزاحمت عارضی اور چند روزہ تھی۔ ضیاء الحق مرحوم نے ہماری بات ماننے کے بجائے کابل میں پاکستانی سفارت خانے کی بات کو زیادہ اہمیت دی' اور یہ بھی کہا کہ امریکہ سمیت پورے مغربی بلاک اور اسلامی دنیا نے اسے تسلیم کر لیا ہے اس لئے صرف پاکستان کے لئے ممکن نہیں ہے کہ اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔

نور محمد ترہ کی کے خلاف اندرونی مزاحمت مسلسل بڑھتی گئی اور آخر کار کیمونسٹوں کے آپس میں اختلافات کی وجہ سے اس کی جگہ حفیظ اللہ امین نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ روس کو اپنے قابلِ اعتماد مہرے کے اس طرح ہٹا دیے جانے پر غصہ آیا اور اس نے براہِ راست مداخلت کرکے حفیظ اللہ امین کو ہٹا کر ببرک کارمل کو لابٹھایا جو اس وقت روس میں تھا۔ روس کی اس براہِ راست مداخلت کے بعد امریکہ کو بھی فکر لاحق ہونے لگی۔ اب اسے یہ خطرہ بھی سامنے دکھائی دینے لگا کہ افغانستان کو تختہ جست بنا کر روس اچانک خلیج تک پہنچ سکتا ہے' اور اس طرح پوری دنیا کو تیل کے بحران میں مبتلا کرنے کی صلاحیت حاصل کر سکتا ہے۔ اگر افغانستان میں روس کو استحکام نصیب ہو جاتا تو اس وقت دنیا کا نقشہ بالکل مختلف ہوتا۔ تیل کے سرچشموں پر کنٹرول حاصل کرکے روس باآسانی اپنی اقتصادی مشکلات پر قابو پا سکتا تھا' اور مزید کچھ عرصے تک کیمونزم کی داخلی کمزوریوں کی پردہ پوشی کر سکتا تھا۔ اس عرصے میں وہ بحرِ ہند' جاپان اور یورپ میں اپنے اثرات کو مزید توسیع دے کر امریکہ کے بجائے خود پوری دنیا کا واحد پولیس مین بننے کا دعویدار بن سکتا تھا۔ مگر افغانوں نے تاریخ کو وہ رخ اختیار کرنے سے روک دیا۔ لیکن اب امریکہ یہ باطل دعویٰ کرنے لگا ہے کہ وہ پوری دنیا کی واحد سپرپاور ہے' دنیا کی تقدیر کا فیصلہ اسے ہی کرنا ہے۔ امریکہ یہ حیثیت اختیار کرنے کے بعد افغانستان کے مجاہد رہنماؤں کا اپنی سرزمین پر حکومت کرنے

کا حق بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ افغانستان میں ایک اسلامی حکومت برسرِاقتدار آئے۔ اس کی کوشش ہے کہ افغانستان کو اس وقت تک باہمی جنگ و جدل کا شکار بنائے رکھے جب تک تمام افغان گروہ امریکہ کی مسلّط کردہ حکومت کو قبول نہ کرلیں۔ امریکہ نے اس گھناؤنے منصوبے کی خاطر اقوامِ متحدہ کے فارمولے کے ذریعے یہ لازم قرار دیا ہے کہ مختلف افغان فریق آپس میں بات چیت کریں' مختلف فریقوں سے اس کی مراد ہے نجیب اللہ' ظاہر شاہ اور مجاہدین۔ امریکہ چاہتا ہے کہ اس کھیل کی آڑ لے کر وہ اپنا من پسند حکمران افغانستان پر مسلّط کردے' بالکل اسی طرح جس طرح پہلے روس اپنے کھلونوں کو وہاں مسلّط کرتا رہا ہے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ اس پورے کھیل میں پاکستان' سعودی عرب اور ایران کے حکمران بھی اپنی اپنی مصلحت کی خاطر امریکہ کی پیروی کر رہے ہیں' حالانکہ یہ رویہ نہ صرف افغانستان کے ساتھ دغا اور بے وفائی بلکہ پاکستان کے مفاد کے بھی خلاف ہے۔ یہ پالیسی اختیار کرنا پاکستان کی ملّی اور قومی اُمنگوں کا خون کرنا ہے۔ امریکہ اگر اپنے مکروہ عزائم میں کامیاب ہوتا ہے تو ایک طرف تو افغانستان وسط ایشیا کے مسلمانوں کو قیادت فراہم کرنے کے تاریخی کردار سے محروم ہو جائے گا' اور دوسری طرف پاکستان بھارت اور افغانستان کی پاک مخالف حکومتوں کے درمیان سینڈوچ ہو جائے گا۔ پھر پاکستانیوں کی یہ تمنا کبھی بھی پوری نہیں ہو سکے گی کہ وہ افغانستان اور وسطی ایشیا کے مسلمانوں کا اتحاد حاصل کرکے اس علاقے سے بھارتی بالادستی کا خواب پریشان کردے اور کشمیری مسلمانوں کو ان کی آزادی سے ہمکنار کردے۔

امریکہ اور مغربی ممالک کے اسلام دشمن عزائم کا تیسرا کھلا مظہر پاکستان میں نظر آتا ہے۔ ابھی حال ہی میں امریکی سینیٹر پریسلر نے بھارت اور پاکستان کا دورہ کیا تو اسے نہ تو اسرائیلی یہودی بم نظر آیا نہ بھارتی ہندو بم دکھائی دیا۔ اسے دکھائی دیا تو پاکستان کا متوقع اسلامی بم۔ اس بم کا خطرہ اسے اس قدر سنگین لگا کہ پاکستان کی قوت اسے ایک عظیم اسلامی بلاک میں بدلتی دکھائی دی۔ اس نے کہا کہ پاکستان' افغانستان' ایران' ترکی اور وسطی ایشیا کے ۶ ممالک اگر مل گئے تو یہ ایک بڑا اسلامی بلاک ثابت ہوں گے جس کے پاس ایٹمی صلاحیت بھی ہوگی۔ مستقبل کی اس قوت سے دنیا کو فوری خطرہ لاحق ہے۔ بھارت خطرات میں گھر گیا ہے' وہ مسلمانوں کے دائرۂ سطوت میں پھنس کر رہ جائے گا۔ اس نے یہ بھی کہہ دیا کہ امریکی امداد حاصل کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ پاکستان برسرِعام اپنی ایٹمی تنصیبات کو تباہ کردے۔ جب اس سے اخبار

نویسوں نے کشمیریوں کے بنیادی حقوق کے بارے میں سوال کیا تو اس نے نہ صرف جواب دینے سے احتراز کیا بلکہ پریس کانفرنس سے اُٹھ کر چلا گیا۔

الجزائر' افغانستان اور پاکستان کے ان حالات سے یہ بات مکمل طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ مغربی ممالک کسی بھی طرح اسلامی ممالک کی مکمل آزادی برداشت نہیں کر سکتے۔ مسلمان عوام کو اپنی حقیقی آزادی سے ہم کنار ہونے کیلئے ایک طویل' پرعزم اور صبر آزما جدّوجہد کی ضرورت ہے۔ اب تو چار سُو مسلمان عوام میں بیداری کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔ بڑی تعداد میں ایسی قیادت بھی موجود ہے جو مقصد کا گہرا شعور اور منزل کا صحیح ادراک رکھتی ہے۔ ان حالات میں مسلم تحریکوں کا فرض ہے کہ وہ لمبے عرصے کی درست منصوبہ بندی کریں' مغرب کی چالوں سے خبردار رہیں اور عام مسلمانوں کو ان سے آگاہ کرنے کیلئے مربوط کوششیں کریں' اپنے اپنے علاقوں اور اپنے ممالک میں مغرب کے پروردہ مراعات یافتہ طبقے کے مقابلے میں مسلمان عوام کو اپنا ہمنوا بنائیں۔ دنیا بھر کے مسلم عوام جب یکبار گی اپنے اپنے علاقوں میں ہر طرف سے اٹھ کھڑے ہوں گے تو انہیں یقیناً تائید الٰہی حاصل ہوگی اور سازشیوں کی سازشیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ یہ مستقبل کا نوشتۂ دیوار ہے جسے ہر صاحبِ بصیرت پڑھ سکتا ہے۔

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ ...... (القصص - ۵)

"اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ زمین پر ذلیل بنا کر رکھے گئے لوگوں پر مہربانی کریں اور انہیں پیشوا بنا دیں اور انہی کو وارث بنائیں اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں"۔